P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۹	۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۵ ربیع الاول ۱۳۷۰ ہجری	نمبر ۲۴

کچھ گزری ہوئی باتیں

"ہندی اس بھاشا کا نام ہے جسے ہندو اور مسلمان قدرتی طور پر بغیر کوشش کے بولتے ہیں۔ ہندستانی اور اردو میں کوئی فرق نہیں۔ دیوناگری لکھاوٹ میں لکھے جانے پر وہ ہندی اور عربی میں لکھے جانے پر اردو کہی جاتی ہے.......ہماری راشٹر بھاشا میں وہ سب طرح کے شبد آنے چاہئیں جو جنتا میں کام آنے لگے ہیں.......ہم کنگال نہیں ہیں، پر کنجوس کیوں بنیں، کرسی کو خوشی سے کرسی ہی کہینگے۔ اسکے لئے پرادھیہ پک پد شبد کا استعمال نہیں کرینگے۔"

م۔ک۔گ۔

(اندور ۔ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء)

کچھ اپنی باتیں

یہہ کیا ہو رہا ہے؟

ان سیکڑوں شکایتوں کی ایک مثال کے طور پر جو ہمیں وصول ہو رہی ہیں ہم چند طلبا کے ایک مراسلے کے ضروری اقتباسات اس امید کے ساتھ شائع کرتے ہیں کہ شاید وہ اتر پردیش کی حکومت اور محترم وزیر تعلیم کی توجہ حاصل کر سکیں۔

گزشتہ اشاعت میں ہم نے اس صوبہ کی جمعیت علما کا ایک رزولیوشن شائع کیا تھا جسکے متعلق ہم یہہ محسوس کرتے ہیں کہ اسمیں محتاط الفاظ میں حقیقتوں کی تلخی کا عکس بہت ہی دھندلا تھا۔ وہ منزل بلاشبہ آگئی ہے جہاں ہمیں زیادہ بیباکی کے ساتھ حکومت کو اس تلخ حقیقت سے روشناس کرانا چاہئے کہ کسطرح اس صوبہ میں اسکی مشہور کی ہوئی پالیسی اور مقامی زبانوں کے متعلق اسکے وعدوں

کی خلاف ورزی ہورہی ہے۔

یہہ مراسلہ جسکے اقتباسات ہم درج کرتے ہیں ان عام احساسات کا صحیح عکس ہے جو پیدا ہورہے ہیں:-

---

"بدایون ضلع میں ایک پرانا قصبہ سہسوان ہے۔ غالباً سہسوان کا نام نظر سے گذرا ہوگا۔ یہہ ایک قدیم آبادی ہے جو ۲۴ ہزار باشندوں پر مشتمل ہے۔ ۱۶ ہزار مسلمان اور باقی آٹھہ ہزار دیگر اقوام اچھوت اور ہندو صاحبان ہیں، آپس میں اتنا میل جول ہے کہ تیسرا شخص یہہ نہیں کہہ سکتا کہ یہہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں ہمیں اپنی قدیم میل جول اور تعلقات کے اوپر ناز ہے۔ آپس میں میل جول اور برادرانہ برتاؤ اسوجہ سے اور بھی ترقی پر ہے کہ ہمارے درمیان زبان کا رشتہ قایم ہے۔ یہاں کی ۹۰ فیصدی آبادی اردو لکھتی پڑھتی اور بولتی ہے۔ ہندو صاحبان کسی طرح بھی زبان دانی میں مسلمانوں سے کم نہیں، انمیں کافی شعرا بھی موجود ہیں۔ یہہ سلسلہ بہت قدیم ہے۔ یہاں کے ہندوؤں کے دو خاص محلوں کے نام۔ جہانگیر آباد۔ اور اکبر آباد ہیں۔

سہسوان میں پنا لال میونسپل بورڈ ہائی اسکول قایم ہے۔ جسمیں ۲۳۶ طلباء اور گیارہ اساتذہ ہیں۔ زیادہ طالبعلم اردو پڑھنا چاہتے ہیں کیونکہ انکی مادری زبان اردو ہے۔ اس سے قبل کہ میں ایک اور اہم حالات تحریر کروں میں یہہ بھی بتادوں کہ یہاں کی میونسپلٹی کی طرف سے جبریہ تعلیم کے پانچ مکاتب قایم ہیں، ہماری تعداد لڑکوں کے والدین کی یہہ چاہتی ہے کہ انہیں اردو میں جو کہ انکی مادری زبان ہے تعلیم دلائی جائے"۔

پنا لال اسکول میں جسکی ۹ ویں جماعت میں میں بھی پڑھتا ہوں بمشکل اردو کی اجازت مل پائی ہے۔ پہلے سال اسکول میں اردو بالکل نہیں پڑھائی جاتی تھی اس سال ۹ تا ۱۰ جماعت تک اردو دیگر زبان کی حیثیت سے پڑھائی جارہی ہے، اسکا امتحان نہیں ہوگا۔

اس سال گورنمنٹ کی طرف سے غالباً اسکول میں آرڈر آیا ہے کہ ۱۹۵۳ ع میں ہائی اسکول کا امتحان ہندی میں ہی دینا ہوگا۔ یہہ خبر سنکر لڑکوں میں بے چینی اور خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ اخبار مدینہ مورخہ ۲۱ نومبر میں یہہ اطلاع آئی ہے کہ ۱۹۵۲ ع تک ہمیں اجازت ہے جس زبان میں چاہیں لکھیں۔ یہہ معلوم ہوا ہے کہ انجمن کا وفد وزیر تعلیم سے جلد ہی ملنے والا ہے۔ بہتر ہے آپ خود ہی ملئے تاکہ اگر کوئی مناسب جواب مل جائے اور ہم لوگوں کی کچھہ ڈھارس بندھ جائے۔ ششماہی امتحانات ہندی ہونیوالے ہیں ہم لوگ مجبور ہیں۔ ہندی آتی نہیں پہلے کبھی پڑھی نہیں ہے اور وہ ہندی بھی کیسی سنسکرت آمیز ہندی!

پار سال سوکس کا پرچہ شدھ ہندی میں آیا۔ یوں تو یہہ سلسلہ کئی سال سے ہے مگر پار سال کی ہندی بھی ملاحظہ ہو ایک سوال آیا کہ بھارت کا ادھیکاری भारत का अधिकारी کون ہے۔ وہ کیا کاریہ (कार्य) کرتا ہے میں نے ایک اندھا پنڈت جی आवश्यकता سے پوچھا صاحب ادھیکاری کے کیا معنی ہوئے انہوں نے کہدیا تم اردو میں ورنہ

اعظم سمجھے تو، ہم خوش ہو گئے سب لڑکے وزیر اعظم ہی کو لکھ اے مگر جب کاپی دیکھی تو سارا کا سارا جواب کٹ رہا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گورنر جنرل کو پوچھا گیا ہے۔ ابھی انہوں نے لکھا ہے اسی بھی اجازت نہیں ہے کہ کیوں پر آردو جوابات لکھیں۔ غرضکہ آج ہندی ہی کی بدولت بہت ایسے طالبعلم ہیں جنہیں یا تو اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان جانا پڑا ہے یا انہیں تعلیم کو خیرباد کہنا پڑا ہے۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ غور کیجئے اس سے ہندوستان اور خاص کر مسلمان قوم پر کتنا برا اثر پڑ رہا ہے۔ ہزاروں مسلمان کیا ہندو طالبعلم بھی اسی ہندی کے باعث میٹرک کے امتحان میں رہ جائیں گے۔

خدارا جلدی کیجئے اور آنریبل وزیر تعلیم سے جلدی مگر کوئی کامیاب حل نکالئے۔ آج ہزاروں طالبعلم آپکی طرف لو لگائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں کافی امید ہے کہ آپ ہماری بلکہ سارے صوبہ کی تمام شکایتوں کو حکومت تک پہونچا دینگے۔ ہم آپکے بچے آپ کی طرف بڑی امیدوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حال میں آشٹہ کے لوگوں کی ایک ایسی ہی شکایت آردو کے ممتاز اخباروں میں شائع ہوئی ہے۔ اسکے علاوہ سینکڑوں شکایتیں ہیں جنمیں مدرسوں اور عہدہ داروں کا نام لیکر صاف صاف واقعات لکھے جاتے ہیں۔ خود مرکزی انجمن ترقی آردو اور جمعیتہ علما کی طرف کی ہوئی کوششوں نے اپنی رپورٹوں میں بہت سے واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آنریبل اس کے محترم وزیر تعلیم ان حالات سے ناواقف نہیں ہیں اور اگر ہیں تو انکے لئے اس سے آسان کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ انجمن اور جمعیتہ کے نمائندوں کو طلب کرکے تصویر کا وہ رخ بھی ملاحظہ فرمائیں جو یہ ادارے پیش کر رہے ہیں۔

حیرت اگر ہے تو اس بات پر کہ یہ مسئلہ خاموشی کے طلسم میں کیوں بند ہے۔ مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگ جنکو اس صوبہ میں اپنی اولاد کا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے قدرتاً یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟

ہلکے ہلکے اشارے

.... بمبئی کے ایک معاصر نے اپنے صفحات پر حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے:-

"دفتر میں نو مشق شعرا کا کلام بھی کثرت سے وصول ہوتا ہے، مگر اسے مجبوراً ردی کی ٹوکری کے حوالے کر دینا پڑتا ہے۔ نو مشق شعرا سے درخواست ہے کہ یا تو وہ غزل اپنے استاد سے اصلاح لینے کے بعد بھیجا کریں یا پھر غزل کے ہمراہ مبلغ ایک روپیہ کے ایک ایک پیسے والے ٹکٹ روانہ کریں۔ ایسی صورت میں انکی غزل اصلاح کے بعد شائع کر دی جائیگی۔ یہ صورت نو مشق شعرا کے کے لئے ہے۔"

..... اسکے بعد دوسرا اقدام یہی ہو سکتا ہے کہ جو صاحب شاعر نہیں ہیں مگر اپنے نام سے غزل چھپوانا چاہتے ہیں وہ ادارے سے کوئی عوض مقررہ ادا کرکے غزل لکھوا لیا کریں! یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے چند سال ہوئے جب ایک "استاد" شاعر نے اعلان کیا تھا کہ جو صاحب غزل لکھوانا چاہیں وہ اجرت ادا کرکے لکھوا سکتے ہیں ...... گویا غزل کیا ہوئی حلوائی کی بنائی ہوئی مٹھائی یا باٹا کے جوتے ہو گئے!! اور تحریر غزلوں کی اشاعت اسقدر ضروری کیوں ہے کہ خود شعبہ ادارت بعوض مبلغ ایک روپیہ کہ غالب اسکے آٹھ آنے

ہوتے ہیں، تو مشق حضرات کے کلام کی نوک و پلک کو "زیور طبع سے آراستہ" کرنے کے لئے درست فرمانے کی زحمت گوارا کریں!!

.... "الہ آباد - ۲۲ نومبر ہندی شعرا اور ادیبوں کے ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے، شری مکھن لال چترویدی نے فرمایا کہ "ہندی شاعری چار مضبوط ستونوں پر کھڑی ہوئی ہے، یعنی میرا، تلسی داس، سور داس اور کبیر۔ اگر آج ہم ایسے ستون قایم کر لیں تو پھر ہمارا ادب عوام سے دور نہ رہیگا"

.... شری مکھن لال جی نے جو کچھہ فرمایا وہ تو سچ ہے لیکن اس بات پر غور نہ فرمایا کہ سور داس اور کبیر کی زبان کو اب جدید ہندی کے مقابلہ میں ہندی کہنا ہی غلط ہوتا جاتا ہے۔ کبیر اور سور داس کی ہندی اتنی شدھ کہاں تھی جتنی اب زبان کے فاضل پنڈت اسکو بنا رہے ہیں۔ اسمیں تو غیر سنسکرت کا میل اتنا زیادہ تھا کہ عربی اور فارسی کے شبد بھی کھپے ہوئے تھے، لہذا آج اس سانچے میں جو زبان ڈھلی ہو اسے کون قبول کر سکتا ہے۔ رہا زبان کو عوام کے قریب لانے کا سوال، تو یہہ مقصد سرکاری احکام اور کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی اور لینگویج کانفرنس کے ریزولیوشنوں سے حاصل کرلیا جائیگا۔ اس معاملہ میں عوام کا کیا دخل ہے، اُن سے کہا جائیگا کہ لو یہہ زبان بولو اور وہ اسے بولنے لگینگے! شری مکھن لال جی یہہ کہاں سور داس اور کبیر کی باتیں لے بیٹھے! وہ دن تو لد گئے جو کچھہ سور داس اور کبیر نے کہا وہ اب کسکی سمجھہ میں آ سکتا ہے اور جس زبان میں کہا وہ زبان اب ناپاک ہو چکی! سور داس اور کبیر بھی گئے اور انکے ساتھہ انکی ہندی بھی گئی!

...... کیا ہم غلط کہتے ہیں؟

.... ٹنڈن جی کی راے ہے کہ اب ہندوستان کا حساب کتاب بھی ہندی زبان اور ہندسوں میں شروع ہو جائے۔ .... ٹنڈن جی کی کوئی راے ایسی نہیں ہوتی جو کسی تنقید کی محتاج ہو! بین الاقوامی سیاست سے حفظان صحت اور طب تک کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو راشٹرپتی کی راے سے محروم ہو! اور رہا زبان کا معاملہ تو وہ تو ایسا ہے کہ اگر موصوف یہہ حکم دیں کہ تمام ہندوستان کے لوگوں کو حتمًا سنسکرت بولنے پر مجبور کیا جاے تو یہہ بات بھی تنقید کے دایرے سے باہر رہیگی۔ اب چاہے بھارت کی ساڑھے ۹۹ فی صدی آبادی بے زبان ہی ہو جاے!!

.... پونا - ۲۷ نومبر - مرہٹی جرنلسٹ ایسوسی ایشن نے اس بات پر اپنے شدید تردد کا اظہار کیا ہے کہ مدھیہ پردیش کی اسمبلی نے یہہ طے کردیا کہ مرہٹی اور ہندی دونوں زبانیں "سرکاری" ہونگی .... مگر ہندی حکومت کے کاروبار کی زبان ہوگی!

...... اس "مگر" نے مرہٹی زبان دانوں کو گھبرا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسطرح تو "مرہٹی زبان کا مستقبل خطرہ میں آ گیا"!

.... ہمیں کچھہ عرض کرنا نہیں!!

.... پارلیمنٹ میں شری جسپت راے کپور کی تقریر کے دوران ہی مدراس کے مسٹر داما نگم چیتو نے اعتراض کیا کہ وہ انگریزی میں بولتے بولتے ہندی میں کیوں بولنے لگے۔ "انہوں نے کہا کہ "کیا مسٹر کپور ہمیں اس ایوان سے بھگا دینا چاہتے ہیں، جو ہندی نہیں جانتے اور وہ ہندی بولتے ہیں" .... ایک ممبر صاحب نے فوراً آواز کسا کہ "مسٹر چیتو اگر ہندی نہیں جانتے تو انہیں ہندی سیکھنے میں جلدی کرنی چاہئے"!

.... ہماری خرابی تو اسی جلد بازی نے پیدا کی ہے کہ ہندی کے پرچارک رات بھر ہی

میں تمام بڈھے طوطوں کو پڑھا دینا چاہتے ہیں! دیکھنا ہے کہ یہ "چھومنتر" کی پالیسی بالآخر کس خندق میں گریگی!

انجمن کی خبریں

علیگڈھ

خلیل الرحمن سالک صاحب سیکریٹری اطلاع دیتے ہیں کہ:

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دلی گنج – کا ایک جلسہ ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۵۰ ع کو جناب حکیم آنند سروپ صاحب بسمل جہان آبادی کی صدارت میں آن ہی کے دولت خانہ پر منعقد ہوا – بشمولہ دیگر معززین کے اوم پرکاش صاحب ماسٹر سراج الحق صاحب قریشی ایم – اے (علیگ) ایم – ایم – بشیر صاحب – مولانا عبدالشاہد خان صاحب شیروانی بابو متھرا پرشاد صاحب شیدا – خبر صاحب بہروزی – حافظ محمد عثمان صاحب – عبدالسمیع صاحب عزیز – صبا صاحب – اور محمد عمر صاحب قریشی نے بھی شرکت فرمائی –

سب سے پہلے سیکریٹری نے گذشتہ جلسہ کی روئداد پڑھکر سنائی جو بالاتفاق رائے منظور کی گئی – اسکے بعد جناب صدر نے زبان کے مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا انہوں نے فرمایا ہے – "اردو زبان گھل مل کر ایسی زبان ہو گئی ہے کہ ہم بڑے سے بڑے آدمی سے لیکر ایک گھسیارے تک سے بھی اپنے خیالات کا اظہار نہایت اچھی طرح کر سکتے ہیں – اردو زبان ہر صورت سے زندہ زبان کہی جا سکتی ہے – ہندی سنسکرت کا بالکل اتباع کر رہی ہے وہ راج وانی ہو گئی ہے لہذا وہ بہت بوجھل ہو گئی ہے – اگر یہی صورت رہی تو اپنے وزنی ہونیکی وجہ سے پبلک سے نہیں آٹھ سکیگی اسکو سانس لینا بھی دشوار ہو جائیگا – لہذا ہمکو ذرا بھی خوف و ہراس نہ کرنا چاہئے – ہندی کو سنسکرت بنایا جا رہا ہے اور سنسکرت اپنی مشکل پسندی سے مردہ زبان میں شمار ہونے لگی ہے – زبان زبردستی ٹھونسی نہیں جاتی بلکہ وہ خود ہی اپنی راہیں نکالتی ہے – ہم سبکو اردو کے مسئلہ میں ایک ہی مرکز پر آنا پڑیگا – پارٹی بندی کو ختم کرکے اشتراک عمل سے کام لینے کی ضرورت ہے – ہمکو عملی طریقہ پر کام کرنیکی ضرورت ہے تاکہ دوسرے لوگ ہم سے سبق حاصل کریں – اس کار خیر کو ہم ملکر انجام تک پہونچانے کی کوشش کریں – روپیہ کی بھی کمی نہیں وقتی کام کرنے والوں کی کمی رہتی ہے – ہمیں وہ ذرائع اختیار کرنیکی ضرورت ہے جن سے انجمن کے کاموں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور لوگوں میں اسکا شوق پیدا ہو – اتفاق رائے سے حسب ذیل عہدے دار منتخب ہوئے:–

نائب صدر:– بابو ودیا پرکاش صاحب سنہا عرف پچن بابو – حکیم سید محمد احمد صاحب خیری – ماسٹر ابرار احمد صاحب رضوی – ماسٹر سراج الحق صاحب قریشی – ایم اے (علیگ)

جوائنٹ سیکریٹری:– سید شوکت علی صاحب حسرت – عبدالرشید صاحب شوق – امان الرب صاحب ضیا – فوق کریمی صاحب – ممبران کونسل عاملہ منتخب کئے گئے –

جناب صدر کی استدعا پر حاضرین نے اپنے عطیات مرحمت فرمائے – اسکے بعد شعر و ادب کی ایک بزم منعقد ہوئی جس میں چند شعراء نے اپنے کلام سے حاضرین کو مسرور فرمایا – آخر میں جناب ایم ایم بشیر صاحب نے "ادب برائے آرٹ" اور "ادب برائے زندگی" کی وضاحت فرمائی – ساڑھے ۸ بجے شب جلسہ ختم ہوا –

مہو چھاؤنی

بتاریخ ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۵۰ ع بروز اتوار

اردو لائبریری میسور کے دفتر میں بہی خواہان اردو کا ایک اجتماع ہوا جسمیں شہر کے سربرآوردہ حضرات نے انجمن ترقی اردو (ہند) کی ضرورت اور اسکے الحاق کی تجدید پر زور دیا۔ یہ تجویز بالاتفاق آرا منظور ہوئی ساتھ ہی ذیل کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا۔

صدر: جناب محمد اسحاق خان صاحب۔ نائب صدر ہر نارائن شری واستو جنرل سیکریٹری: کلیم الدین صاحب۔ سیکریٹری: عبدالخالق شہزادہ خزانچی: ایس۔ ایم عثمان علی ادیب۔ اس سیکریٹری: محمد صدیق نگار

بنگلور

بنگلور کے مشہور تاجر مہاراج سیلوی کے سریوا سلو ڈی ادسپا نے جو اردو زبان اور ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی ہیں انجمن ترقی اردو کی شاخ کو ایک نقد عطیہ عطا فرمایا۔ موصوف ہر سال اسی طرح انجمن سے اپنی دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔

مراد آباد

انجمن ترقی اردو شاخ مراد آباد کا ماہانہ ادبی اجتماع بتاریخ ۳ دسمبر سنہ ۵۰ء دارالسلام میں منعقد ہوا۔ یہ نشست اپنی نوعیت کے لحاظ سے مراد آباد میں پہلی نشست تھی۔ جس میں شاعری اور موسیقی دونوں کو ایک ہی جلسہ میں ایک دوسرے کے دامنگیر ہونے کا پہلا موقع ملا۔ جلسہ کا افتتاح مولوی عبدالسلام صدر انجمن نے ان الفاظ سے کیا۔ "شاعری اور موسیقی دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شعر میں اگر موسیقی نہیں ہے یا موسیقی میں شعریت نہیں ہے تو دونوں اپنی جگہ نامکمل ہیں .... انجمن ترقی اردو شاخ مراد آباد نے اس بات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ کہ عوام میں اردو کا صحیح مذاق پیدا ہو۔ اور یہی نہیں بلکہ ایسا ادب عوام کے زیر پرورش کیا جائے جو ان کی زندگی کا آئینہ دار ہو سکے۔"

جلسہ کے پروگرام میں مقالے مشاعرہ اور موسیقی تینوں اس خوبی کے ساتھ شامل کئے گئے تھے کہ باوجود اس قدر طویل پروگرام کے سامعین کی دلچسپیاں ایک ہی حالت پر بنی رہیں۔ خواتین نے بھی اپنی دشواریوں کے باوجود جلسہ میں کافی وقت تک شرکت فرمائی۔

مقالوں میں محترمہ شمیم زہرہ کا مقالہ "فنکار اور سماج" ایک نیا اور اچھوتا مضمون تھا۔ وہ دن دور نہیں جب ہماری سماج ایک فنکار کی صحیح قدر و منزلت کو پہچانے گی اور اس کے لئے بھی وہی مقام ہو گا جو کسی ڈاکٹر وکیل یا کسی اور پیشہ ور آدمی کا ہوتا ہے۔ کیلاش ماہر کے کوہ نور کو حاضرین نے بہت پسند کیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آل انڈیا ریڈیو سے کوئی ڈرامہ نشر کیا جا رہا ہے۔ جناب عزیز حسن صاحب کے مضمون نے یہ ثابت کر دکھایا کہ شاعری میں سرقہ کوئی معیوب چیز نہیں ہے۔ بلکہ بڑے بڑے شعراء نے ایک دوسرے کے کلام سے سرقہ کیا ہے۔ مضمون مصنف کے عمیق مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔

شعراء کی فہرست میں جناب روشن صدیقی بشیر درانی۔ کیف مراد آبادی۔ اثر پچھرایونی قمر مراد آبادی جالب اور کیلاش ماہر کا نام خصوصاً قابل ذکر ہے۔ جناب حامد ڈپٹی کلکٹر گورکھپور نے اپنے کلام سے سامعین کو یقین دلا دیا کہ سرکاری حیثیت کے باوجود بھی وہ ادب کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

موسیقی اس نشست کا خاص پروگرام تھا۔ جناب جگدیش کپور کی ٹھمری اور پروفیسر مہندر پرتاب ایم۔ اے کا گیت سن کر سامعین نے محسوس کیا کہ وہ کچھ لمحوں کے لئے دنیاوی ہنگاموں سے دور ایک ایسی بستی میں آ گئے ہیں جہاں زندگی سونے اور چاندی کی چمک سے کوسوں دور ہے۔

اپنے دیس کی خبریں

کانپور

کانپور ۱۰ دسمبر انجمن محبان اردو کا ایک جلسہ پرسوں ہوا جس میں حسب ذیل عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا۔ مسٹر افتخار علی صدیقی صدر، مسٹر اظہر حسن حیدری نائب صدر، مسٹر اختر حسین ناظم اعلیٰ۔

رامپور

رام پور ۴ دسمبر کل رات ساہو کار صاحب کے مکان کیلاش بھون پر حبیب خاں رسوا کے زیر انتظام شاندار بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔ سابق لا ممبر مسٹر رگھونندن کشور شوق نے مشاعرہ کی صدارت کی اور دو کامیاب غزلیں پڑھیں جنہیں عام طور پر پسند کیا گیا۔ شاد عارفی، اختر لکھنوی، ابر کنوری، رشید رامپوری، محمد علی خاں اثر، اور دیگر شعرا نے شرکت کی، مسٹر پھول کمار نے سامعین اور شعرا کا خیر مقدم کیا۔ مشاعرہ تقریباً ایک بجے شب تک جاری رہا۔

بمبئی

بمبئی ۴ دسمبر آج رات صابو صدیق ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں سیلاب زدگان کشمیر فنڈ کی جانب سے ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد کیا گیا جس میں وزیر داخلہ حکومت بمبئی شری مرارجی ڈیسائی اور دیگر معززین شہر و شعراء کے علاوہ حضرت جگر مراد آبادی و دیگر مہمان شعراء بھی شریک تھے۔

مشاعرہ کی صدارت جناب طاہر خاں صاحب جج [illegible] نے کی۔ مشاعرہ کی کارروائی ۹ بجے سے شروع ہوئی۔ جناب طاہر خاں صاحب نے مختصر لیکن پر اثر تقریر کی، شری مرارجی ڈیسائی نے مختصر اور جامع تقریر کرتے ہوئے فرمایا "مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے دیس کے لوگوں میں اپنے بھائیوں کے لئے کس قدر ہمدردی ہے" اس کے بعد آپ نے شعراء کا شکریہ ادا کیا۔

کلکتہ

بزم شاکری کا ایک مشاعرہ جناب غیاث الاسلام خاں صاحب غیاث مالک اخبار (عصری) (بنگلہ) کی جانب سے بتاریخ ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۵۰ء منعقد ہوا۔ صدر مشاعرہ حضرت شاکر نے اپنے کلام سے مشاعرے کا آغاز فرمایا۔ مشاعرہ میں کم و بیش چالیس غزلیں پڑھی گئیں۔ مشاعرہ ختم ہونے کے بعد اراکین بزم شاکری کی طرف سے جناب غیاث کو ایک ہاتھ گھڑی بطور تحفہ پیش کی گئی۔

امروہہ

ایک نامہ نگار لکھتے ہیں کہ:-

سکریٹری ثانوی تعلیم بورڈ الہ آباد کے سرکلر نمبر ب-۹۸۰۴ ڈی-۱۹۰ مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء کے تحت حکومت نے ان امیدواروں کو جن کی مادری زبان اردو ہے عام اجازت دیدی ہے کہ وہ ہائی اسکول کے امتحان میں اردو زبان میں جوابات تحریر کر سکتے ہیں۔ اس سرکلر کی روشنی میں اتر پردیش کے تعلیمی اداروں کو چاہئے کہ وہ ابتدائی درجات میں بھی طلباء کو ان کی مادری زبان اردو میں جواب تحریر کرنے کی سہولت بہم پہنچائیں جو کہ سرکار مذکور کا عین منشاء ہے۔

میرٹھ

میرٹھ ۷ دسمبر۔ جناب عبدالواحد اور جناب حیدر عباس حیدر نے مقامی شعراء اور ادیبوں کو چائے پارٹی پر مدعو کیا جس میں انجمن گہوارہ ادب اور انجمن ترقی ادب کے ممبران کے علاوہ کوثر قریشی، ڈاکٹر ایل۔ ایچ زبیری، کرشن مکٹ صاحب مکٹ، برج بہاری نوپ، مسٹر نذیر احمد، اور منشی جمیل احمد صاحب نے خاص طور سے شرکت کی، دونوں انجمنوں کے ممبران کے درمیان اتحاد عمل پر گفتگو ہوئی۔

بھاگلپور

سید محفوظ الحسن صاحب سکریٹری بزم اطلاع دیتے ہیں کہ:

۲۵ نومبر سنہ ۱۹۵۰ع کو بزم آردو ٹی۔ان۔بی۔کالج کا عام اجلاس زیر صدارت جناب پروفیسر مطیع الرحمان صاحب منعقد ہوا۔ ہندی کے طلباء نے بھی حصہ لیا۔اور دیگر پروفیسران نے بھی شرکت فرماکر جلسے کو کامیاب بنایا۔

حیدر آباد

حیدر آباد ۲۷ نومبر۔ آردو مجلس کا جلسہ کل شام کے ۶ بجے علی گڈھ کلب میں منعقد ہوا۔ چائے نوشی کے بعد جلسہ کا پروگرام شروع ہوا۔ جس میں پروفیسر ہارون خان شیروانی نے رومن رسم الخط پر ایک بصیرت افروز مقالہ پڑھا۔ موصوف نے مختلف زبانوں کے رسم الخط پر ایک سلجھے ہوئے پیرائے میں تاریخی روشنی ڈالی۔آردو رسم الخط کی ناکامی (دیگر ممالک میں) کے اسباب بتاتے ہوئے ایک تعمیری رسم الخط کی تجویز پیش کی جس سے آردو زبان زیادہ سے زیادہ سمجھی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد محفل شعر و سخن منعقد کی گئی جس میں خیرات ندیم قمر، عصمت فدا حیدر آبادی اور کنول پرشاد نے اپنا تازہ کلام سنایا۔ کنول پرشاد اور فدا حیدر آبادی کے کلام کو بہت پسند کیا گیا۔

الہ آباد

دیوان وارث ناتھ صاحب کول گلشن صدر استقبالیہ و دیگر اراکین اطلاع دیتے ہیں کہ:

رفاہ عام کلب الہ آباد میں ایک عظیم الشان مشاعرہ بتاریخ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ع بروز شنبہ بوقت ۸ بجے شب دو آزدہ منزل متصل کالون ہسپتال کوینز ٹرنک روڈ الہ آباد منعقد ہوگا جس میں بھارت کے مشہور و معروف مقامی اور غیر مقامی شعراء خصوصاً حضرت مولانا حسرت موہانی، حضرت جگر مراد آبادی، حضرت برجموہن دتاتریہ کیفی، حضرت نوح ناروی، حضرت جوش ملیح آبادی اور دیگر شعرائے کرام شرکت فرمائیں گے۔ ارباب ذوق و سخن سے خصوصاً و دیگر حضرات سے عموماً توقع کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوکر مشاعرہ کو کامیاب بنائیں گے۔

برہان پور

مرزا محمود بیگ صاحب ساز معاون معتمد اطلاع دیتے ہیں کہ:-

انجمن ترقی آردو برہانپور کی مجلس عاملہ کا سہ ماہی اجلاس گذشتہ کارروائیوں پر تبصرہ اور آئندہ لائحہ عمل پر غور و خوض کے لئے ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۵۰ع کو منعقد ہوا۔ تمام اراکین نے شرکت فرمائی۔ انجمن کے نائب صدر جناب دیوی لال کہنہ صاحب نے کل مذاکرات و مباحث میں نمایاں حصہ لیا اور ان کی پرجوش اور پر خلوص تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں۔

اراکین عاملہ نے انجمن کی کوششوں سے امسال برہانپور میں جامعہ آردو علی گڈھ کے مرکز امتحانات کے قیام اور عہدہ داران انجمن کی نگرانی پر کامل اطمینان ظاہر فرمایا۔

آئندہ کے تعمیری پروگرام کے سلسلہ میں متفقہ طور پر یہہ طے پایا کہ میٹرک کے امتحان میں شریک ہونے والے ان مقامی امیدواروں کی مدد کے لئے جن کا ذریعہ تعلیم آردو ہے روزانہ کلاسیں لگائی جائیں اور ہر مضمون میں ان کی مشکلات کو دور کیا جائے۔ نیز یہہ کہ عوام کی دلچسپی اور استفادہ کے لئے اخبارات اور رسائل مہیا کرکے "دارالمطالعہ" قائم کیا جائے اور "مکتبہ" کے قیام کی تجویز کو بھی بتدریج عملی جامہ پہنایا جائے۔

مزید طے پایا کہ عید میلادالنبی کے موقع پر آنحضرت کی سیرت پاک پر تقاریر اور اس ضمن میں دوسرے روز نعتیہ مشاعرہ کا اہتمام کیا جائے۔

رامپور

رامپور – ۲۹ نومبر۔ مسٹر اسلم خاں کی صدارت میں کل رات مسٹر سعید الدین خاں عرف سدو میاں کے مکان پر بزم مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں شاد عارفی، جلیل نعمانی، شکیل نعمانی، ہلال رامپوری، عشر عابتی، مہدی نظامی، ناصر لکھنوی، مینا نظامی اور دوسرے شعراء نے شرکت کی۔

ناگپور

بزم ادبیات اردو کے زیر اہتمام مہاودیالہ (مارس کالج) میں بہ یادگار سر تیج بہادر سپرو مرحوم مشاعرہ ہوا جس کے صدر مشہور و معروف شاعر راجہ بلدیو راج صاحب تھے۔ علاوہ پنڈت کنجی لال وائس چانسلر ناگپور یونیورسٹی، شری شکلا، مارئیس کالج، عارف الرحمن صاحب جج، عبد الستار فاروقی صاحب اور بہت سے دوسرے معززین نے شرکت فرمائی۔ صوبہ کے اکثر مشہور شعراء نے اپنا کلام سنایا۔

راج نندگانوں

مشاعرہ ۱۱ نومبر کو ۹ بجے شب بمقام مان نواس زیر صدارت حضرت ادیب دور کرنوی ایک مشاعرہ ہوا۔ مقامی شعراء کے علاوہ بیرونی شعراء حضرات نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ بیرونی شعراء حضرات میں سے حضرت نور حسین صاحب نور رائے پوری، حکیم سایہ صاحب دہلوی، حضرت برق برہان پوری وغیرہ نے اپنا کلام سنایا۔

رڑکی

بزم ادب رڑکی کی طرف سے مسلم مسافر خانہ میں شری ہربندر وید کی زیر صدارت ایک مشاعرہ ہوا۔ جس میں بہت سے شاعروں نے اپنا کلام سنایا جن میں شری مدن گوپال مدن، شری سجاد علی قادری ایم اے، الیاس منگلوری، قدیم بورھانوی و شجاعت کراروی وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

دہلی

عبد المالک صاحب سکریٹری بزم ادب دہلی کالج اطلاع دیتے ہیں کہ:-

۳۰ نومبر سنہ ۱۹۵۰ع کو بزم ادب دہلی کا افتتاحی جلسہ کالج کے وسیع ہال میں منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض مرزا محمود بیگ صاحب پرنسپل دہلی کالج نے ادا کئے اور بزم کا افتتاح پروفیسر محمد مجیب شیخ الجامعہ ملیہ نے فرمایا۔ صدر کی درخواست پر پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب صدر بزم ادب نے بزم کی تاریخ اور روئداد بیان کی اور فرمایا کہ "یہ کالج حقیقتاً انیسویں صدی میں قائم ہوا تھا اور اس کے دامن سے ایسے لائق لوگ وابستہ رہے ہیں جیسے پروفیسر رام چندر، ماسٹر پیارے لال آشوب، مولوی ذکاء اللہ، ڈاکٹر مکند لال، محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد، اور مولانا حالی ……… یہ صرف ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں، تاریخ اور ادب کی ایک تحریک بھی ہے۔ اس نے جدید نثر کو فروغ دیا اور ہمیں اس زمانہ میں مغربی علوم سے روشناس کرا دیا جب لوگ ان کا نام لینا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ خواجہ احمد فاروقی نے تقریر کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں اس بات سے قطعاً منکر ہوں کہ ہندوستان میں اردو کا مستقبل تاریک یا مایوس کن ہے۔ اردو کی ترقی کا اگر کوئی میدان ہو سکتا ہے تو ہندوستان ہے یہی وہ ملک جہاں وہ ہندو اور مسلمانوں کی متحدہ کوشش سے پلی اور بڑھی ہے۔ پاکستان کا کوئی علاقہ اور صوبہ ایسا نہیں ہے جہاں کی مائیں اپنے بچوں کو اردو میں لوریاں دیتی ہوں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اردو ہند آریائی خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اس لئے ہندی کے سرکاری زبان ہونے کے بعد بھی اردو کی ترقی کے وسیع امکانات ہیں۔ اردو ہمیشہ عوام کے بل بوتے پر، سرکار اور دربار کے سہارے کے بغیر آگے بڑھی ہے، اس کی جڑیں عوام میں

بہت دور تک پھیل ہوئی ہیں اور جب تک اس کی یہہ خصوصیت قائم ہے وہ زندہ رہے گی۔

اس کے بعد پروفیسر محمد مجیب نے زبان اور زندگی کے تعلق پر اخلاقی تقریر کی اور کہا کہ "اگر جمہوریت کو ترقی کرنا ہے تو آسان اردو کو پھیلانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اگر ہمیں سچائی اور اچھائی عزیز ہے تو زبان کے معاملہ میں بھی سچائی اور اچھائی اختیار کرنا چاہئے۔ بغیر ان خصوصیتوں کے ہم اچھے زبان داں اور اچھے ادیب بھی نہیں ہو سکتے"۔ شیخ الجامعہ نے فرمایا کہ "گاندھی جی سچائی اور اچھائی کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اسی لئے وہ ہر اچھی اور سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہندی اتھوا ہندوستانی میں تقریر کی اور ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب سے اس تقریر کے بارے میں رائے پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی تقریر میری سمجھ ہی میں نہیں آئی رائے کیا دوں۔ اس دن سے گاندھی جی نے جو خود سچے اور اچھے آدمی تھے اور سچی اور اچھی بات کو پسند کرتے تھے، اپنی زبان کو آسان کیا اور وہ اس ہندوستانی کے پرچارک بن گئے جو دونوں لپی میں لکھی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ یہی ہندوستانی یا آسان اردو ہمیں ترقی کے راستہ پر لے جاسکتی ہے اور ان ہی دو خوبیوں سچائی اور اچھائی کی بدولت ہم نئے خیالات، نئے الفاظ اور نئی چیزوں کو قبول کرسکیں گے"۔

اس دلچسپ صدارتی تقریر میں پرنسپل مرزا محمود بیگ نے شیخ الجامعہ کو یقین دلایا کہ ہم ان اہم اصولوں پر، تعلیم، زبان، ادب، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

---

۲۷ نومبر سنہ ۱۹۵۰ع کو دہلی کالج بزم ادب کا ایک خاص جلسہ زیر صدارت پنڈت گوپی ناتھ امن، لکھنوی منعقد ہوا۔ شروع میں خواجہ احمد فاروقی صدر بزم ادب نے جلسہ کی غایت بیان کی اور مناسب لفظوں میں معزز مہمانوں کا تعارف کرایا۔

اس کے بعد بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ جو آدھ گھنٹہ تک جاری رہا اور جس سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔

اس کے بعد محمد یوسف صاحب ضیا متعلم بی۔ اے۔ سال اول اور جناب لکشمی نرائن تابش متعلم بی اے۔ آنرز اردو (سال آخر) نے اپنی دلکش نظمیں پڑھیں جو بہت پسند کی گئیں۔

حاضرین کے اصرار پر جناب اس کے سوا اور مسٹر عبدالمالک سکریٹری بزم ادب نے اپنے وہ افسانے پڑھ کر سنائے جن پر ہندو کالج کے افسانوی مقابلے میں انعام مل چکا ہے۔

اس کے بعد حضرت جوش ملسیانی نے اپنی پر جوش اور پر تاثیر نظم "ابھی چھوڑ دو" سنائی جس سے ایک سماں بندھ گیا۔ بعد میں حضرت جگن ناتھ آزاد نے اپنی ایک پاکیزہ نظم سنائی اور اپنے حالیہ دورۂ دکن کے تاثرات بیان کئے۔ آپ نے فرمایا کہ "موجودہ مدراس کے بعض دور افتادہ حصوں میں اردو کے لئے جو محبت اور جوش و خروش ہے وہ شمالی ہندوستان کے لوگوں کے لئے ہر طرح ہمت افزا ہے"۔

حضرت امن لکھنوی نے اپنی صدارتی تقریر میں ہمت اور محنت سے کام کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ ہمیں ادب میں تعمیری کاموں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ یہہ اقدام، اردو کے مستقبل کو روشن بنا دے گا"۔

علیگڈھ

۲۴ نومبر سنہ ۱۹۵۰ع کو آرٹ اکیڈیمی علی گڈھ کا جلسہ بمقام نذیر احمد روڈ پر علی جواد عباسی صاحب کی صدارت میں ہوا۔ آرٹ اکیڈیمی کے ارکین نے اپنی پچھلے ڈیڑھ سال کی ادبی تخلیقات کے بارے میں رپورٹ دی۔ اس کے بعد اکیڈیمی کی طرف سے لکھی جانے والی حسب ذیل کتابوں کے بارے میں بحث و مباحثہ ہوا۔

جرأت کا مطالعہ .... علی جواد عباسی
آردو غزل کا نیا شعور .... خلیل الرحمن اعظمی
میر تقی میر .... انجم اعظمی

اکیڈیمی کی طرف سے مرتب کی جانے والی کتاب "نوجوانوں کا ادب" کے متعلق اراکین نے مشورہ دیا کہ اس میں اکیڈیمی کے علاوہ خلیل الرب صدیقی، مسعود علی ذوقی اور عبادت بریلوی کے مضامین بھی شامل کئے جائیں گے۔

آخر میں خلیل الرحمن اعظمی نے اپنی تازہ ترین نظم "آخری جام" انجم اعظمی نے اپنی نظم "شاعر مشرق کے نام"، جاوید کمال نے اپنی غزل "دیوانے رہ سکیں کے سلسل سے کتنی دور" اور عزیز عالم نے اپنا طنزیہ مضمون "آخری خطوط" سنایا۔

مطبوعات

آئینہ خانے میں

(مصنف: خلیل الرحمن اعظمی، ناشر: آرٹ اکیڈیمی علی گڈھ، قیمت: ایک روپے) ۔

خلیل الرحمن اعظمی کا نام آردو شعر و ادب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے نیا نہیں ہے۔ "آئینہ خانے میں" ایک طویل نظم ہے جس میں موجودہ اجتماعی جدوجہد کو ایک رزمیہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ آردو شاعری میں رزمیہ کا جو تجربہ ہوتا رہا ہے اس میں اکثر رزمیہ شاعری کے بنیادی عناصر کو چھوڑ کر چند میکانکی چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے اس شاعری میں وہ زور اور اثر نہیں پیدا ہوتا تھا جو رزمیہ کے لئے ضروری ہے۔ خلیل الرحمن اعظمی کی اس نظم کو پڑھنے کے بعد بڑی مسرت ہوئی کہ انہوں نے رزمیہ کی روح کو پا لیا ہے اور یہ صرف یہی بلکہ انہوں نے ماحول اور نئے تقاضوں کے مطابق اسے موڑ بھی لیا ہے۔ نظم نو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب "آئینہ خانے میں" شاعر کے اجتماعی شعور کا تجزیہ کیا گیا ہے جہاں اس کے احساس کو ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے جب وہ کہتا ہے ع

آج کہراتی ہوئی ابھرتی ہے انگوروں کی خوشبو
کسی ویرانے میں
آج خوابوں کے دریچے انہیں کھلتے کسی
افسانے میں
میری جاگی ہوئی آنکھوں نے انہیں بخش دی
برباد سی راتوں کی کسک
میرے ترسے ہوئے ہونٹوں نے مئے ناب کا
بھی آج فسوں توڑ دیا

اس ذہنی سفر کا اختتام اس پیغام پر ہوتا ہے جب وہ انسانوں کو یہ آواز دیتا ہے کہ

اے میری ارض مقدس کے پرستارو
اٹھو اے کے نئی ایک کمند
آسمان آج زمین پر بھی اتر سکتا ہے
نئے اسرار سے یہ عالم امکان بھی مسحور
ہو سکتا ہے

اب تلک آئینہ خانے کی یہ بیداد گری
کب تلک دہر میں یہ کار گہہ شیشہ گری

بقیہ آٹھ ابواب میں اسی "کار گہہ شیشہ گری" کو بے نقاب کیا گیا ہے اور نئی جمہوری طاقتوں کی رفتار کو پیش کیا گیا ہے۔ "کوزہ کے داغ" "چاک دامن" "زندان" "دھواں اٹھا ہے" "نئے عوام" وغیرہ یہ تمام حصے شاعر کے رجحانات کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ آخر میں "نئی تاریخ" کے عنوان سے شاعر نے اپنے نقطۂ نظر اور نظریۂ حیات کو پیش اور ایک جمہوری اور انسانی امکان کو اجاگر کیا ہے۔

پوری نظم میں سرگرمیت، تسلسل اور ارتقا کو کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا ہے۔

پوری نظم "نظم آزاد" کی ہیئت میں ہے لیکن شعریت، آہنگ اور فن کے لوازمات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے نظم آزاد کے امکانات کا اندازہ بھی اس رزمیہ نظم سے کیا جا سکتا ہے۔ توقع ہے کہ جدید آردو شاعری میں اس نظم کو پسند کیا جائیگا۔

انجمن کی کتابیں

"مشترکہ زبان" (مہاتما گاندھی نے کیا سوچا تھا)

مہاتما گاندھی کے قلم سے۔جو کچھ مہاتما جی نے زبان کے مسئلہ پر لکھا اور کہا اس کے اندر آج بھی کافی روشنی باقی ہے۔ روشنی اگر کم ہوتی ہے تو خود ہماری نظروں میں۔

اعلیٰ درجہ کے آرٹ ٹائپ میں یہ کتاب چھاپی گئی ہے۔ قیمت فی جلد چار روپیہ ۸ آنہ

"پرچھائیں" (مصنفہ سید آصف علی صاحب، گورنر اڑیسہ)۔

آصف علی صاحب (گورنر اڑیسہ) کو ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے تو سب جانتے ہیں لیکن کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کی سیاست کے پردے میں ایک نازک خیال ادیب، فلسفی اور مفکر کی روح بھی ہمیشہ بےچین رہی ہے۔ انجمن ترقی اردو نے اپنے جدید دور میں سب سے پہلی کتاب ان کی یہ تصنیف شائع کی ہے جس میں ان کے ادب اور افکار کی بہت سی پرچھائیاں اس طرح چل پھر رہی ہیں کہ اگر مطالعہ گہرا ہو تو ان پرچھائیوں کے پردے میں زندگی کی بہت سی حقیقتیں جھانکتی ہوئی نظر آئیں۔

اعلیٰ درجہ کے آرٹ ٹائپ میں بہت اچھے کاغذ پر یہ کتاب پیش کی گئی ہے۔

قیمت فی جلد چار روپے

"یادگار حالی"۔ (مصنفہ بیگم صالحہ عابد حسین)۔

جدید ادب کے ایک بڑے معمار کے افکار کی بہت سی دلنواز پرچھائیاں ان اوراق میں یکجا کی گئی ہیں۔ حالی بحیثیت ایک انسان کے اور بحیثیت ایک شاعر اور ایک ادیب کے اور بحیثیت ایک مصلح اور سوانح نگار کے جدید اردو ادب کے بانی تھے۔ جو لوگ جدید ادب کا مطالعہ حالی کے ادب کا مطالعہ کئے بغیر کرنا چاہیں ان کی محنت ضائع جائیگی۔

قیمت فی جلد چار روپے چار آنہ

"حیات سر سید" (مصنفہ مولوی نورالرحمن صاحب، بی۔اے)۔

ایک عظیم الشان زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہے جو عام پڑھنے والوں پر سرسید کے کام اور انکی زندگی کے خاص خاص پہلو واضح کرتا ہے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ قسم کی ہے۔

قیمت فی جلد تین روپے آٹھ آنہ

باہتمام عزیز حسن مینیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے شائع کیا۔